ڈاکٹر جمیل اصغر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ انگریزی
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

پاکستانی ادب کے دھندلاتے ہوے خدوخال

Who speaks for Pakistani literature? This is the question which the researcher has tried to critically explore in this article. Unlike other literatures, at present, Pakistani literature is being presented by those who write in English, not Urdu. To make the matter more complicated, many of them are not even Pakistani citizens and quite a few of them have never been to Pakistan. Call it an irony of history or an outcome of the hegemony of English, mostly whenever the phrase Pakistani literature is used it evokes the idea of the writings availablein English by such writers as Hanif Kureshi, Aamir Hussain, Nadeem Aslam, Kamla Shamsie, Mohsin Hamid, etc. This is an interesting oddity which we usually do not find with reference to other literatures e.g. American literature, German literature, French Literature.

ا۔ ادب اور قومیت : ایک مضبوط رشتہ

ادب کسی بھی قوم کی اجتماعی امنگوں کا آئینہ دار، اس کی تاریخی روایت کا امین اور بڑی حد تک اس کے مستقبل کا نقیب ہوتا ہے۔ ادب اجتماعی سطح پر لوگوں کی نفسیات میں پیوست مختلف النوع خدشات کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے اور قابل ذکر حد تک اُن سے نمٹنے کا سامان بھی۔ یہ ساری چیزیں، ایک ادب کو قومی ادب کے درجے پر فائز کرتی ہیں۔[1] ہر قوم کو آزادی کی منزل کے حصول کے بعد، جن کٹھن ترین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اُن میں ایک مرحلہ واضح اور مناسب نمائندگی کے حامل ایک قومی ادب کی تخلیق وتشکیل بھی ہے۔ یہ قومی ادب جہاں قوم کی آزادی کے پس منظر اور پیش منظر کا اظہار ہوتا ہے، وہیں یہ سماج کی اجتماعی نفسیات کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے۔ اگر کوئی قوم اس فیصلہ کن مرحلے میں ناکام ہو جاے اور ایک معتبر اور عوامی سطح پر پذیرائی کا حامل قومی ادب کی تخلیق نہ کر پاے، تو ایسے میں اس قوم کا کسی اجتماعی فکری حلجان میں گرفتار ہوجانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

اسی طرح یہ قومی ادب ہی تو ہے جو معاشرے میں آے روز اُٹھنے والے سوالات اور سماج میں رونما ہونے والے واقعات کے نتیجے میں کبھی استعاراتی اور کبھی حقیقی انداز میں گفتگو اور مکالمے کی مختلف صورتوں کی تشکیل کرتا ہے۔ قومی ادب میں اگرچہ سوچ کے تنوع کا پایا جانا ایک لازمی امر ہے لیکن اس تنوع کے باوجود اس میں ایک وحدت اور ہم آہنگی بھی

دیکھی جاسکتی ہے۔اس ہم آہنگی اور وحدت کی دو بڑی وجوہات ہیں: اول ،ایک مشترکہ تاریخی اور تمدنی ورثہ اور دوم، ایک ہی سماج میں رہتے ہوے ایک جیسے حالات و واقعات کا سامنا۔ ان دو وجوہات کا لازمی نتیجہ ایک مبہم اور غیر محسوس ہم آہنگی اور اشتراکِ فکر کے طور پر سامنے آتا ہے۔ امریکہ ہی کی مثال لیجئے۔ امریکی ادب امریکہ کی ثقافتی شناخت اور قومی پہچان کی دریافت کی داستان ہے۔ تھامس جیفرسن اور بینجمن فرینکلن کا اعلان خودمختاری (Declaration of Independence)، ٹامس پین کا مشہور کتابچہ فہم عامہ (Common Sense)، واشنگٹن ارونگ کی تاریخ نیویارک (History of New York) رالف ویلڈو ایمرسن کا مضمون خودانحصاری (Self-Reliance) ہنریڈیوڈتھوریو کا مقالہ ترکِ موالات (Civil Disobedience) یا پھر مارک ٹوین کا ہکلبری فن کی مہم جویاں (The Adventures of Huckleberry Fin)، سب کی سب تحریریں ایک منفرد شناخت اور اجتماعی پہچان کی بازیافت میں بینادی کردار ادا کرتی نظر آتی ہیں۔

اس تناظر سے قومی ادب سے مراد وہ ادب ہے جو قوم کے سچے اور گہرے تجربات، جذبات اور احساسات کی آزادانہ ترجمانی کرتا ہے۔[۲] برطانوی مورخ اور دانشور لارڈ جیمز برائس نے قومیت کی بہت جامع تعریف کی ہے جس میں ادب کو قومیت کے اہم ترین بندھنوں میں سے ایک بندھن قرار دیا گیا ہے۔یہ بندھن افراد کو جہاں ایک مرطوط اکائی کے طور پر زندہ رہنے کا امکان فراہم کرتے ہیں وہیں اُن کی انفرادیت اور پہچان کا سبب بھی بنتا ہیں۔

> قومیت ایک ایسی آبادی ہے جسے بہت سے بندھنوں مثلاً زبان،ادب،تصورات،روایات اور ضابطوں میں اس طرح باندھ کر رکھنا کے ان میں ایک مربوط اکائی ہونے اور دیگر آبادیوں سے جو اسی قسم کے بندھوں میں بندھی ہوئی ہو، جداہونے کا احساس پایا جاتا ہو۔[۳]

قومیت کی تشکیل میں ادب کے بنیادی کردار سے بانی پاکستان محمد علی جناحؒ نہ صرف پوری طرح آگاہ تھے بلکہ اس کا دوٹوک اظہار اُن کی متعدد تقاریر میں ملتا ہے۔ ادب اور قومیت کے اس ربط کے ضمن میں قائداعظم کی تقریر سے یہ اقتباس بہت اہم ہے۔ اس برصغیر میں ہم ایک قوم ہیں، اور ہماری ثقافت اور تہذیب ہماری اپنی ہے۔ ہماری اپنی زبان ہے، ہمارا اپنا ادب ہے، ہمارا اپنا فن ہے اور ہم اپنے فنِ تعمیر پر ناز کرتے ہیں۔[۴] قائداعظمؒ کے اس فرمان کی روشنی میں پاکستانی قومیت اور ادب میں رشتے کی بنیاد تلاش کی جاسکتی ہے۔ جب ایک بانیِ قوم اپنے خطاب میں ادب کو قومی تشخص سے جوڑتا ہے تو اس کے معانی یقیناً نہایت دوررس اور اہم ہیں۔یہی بات ہر قومی ریاست کے اجتماعی تشخص کے حوالے سے کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔

قومی ریاستوں کے وجود میں آنے سے اور ہماری دنیا کے بین الاقوامی بن جانے سے ادب اور قومیت میں رشتہ مزید گہرا اور پیچیدہ ہو چکا ہے۔ اس وقت دنیا کی کم و بیش ساری قومی ریاستیں ، ایک قومی ادب کا تصور اپنے اجتماعی شعوری

میں رکھتیں ہیں اور سماجی سطح پر کبھی شعوری اور کبھی لاشعوری انداز میں ، اس قومی ادب کی آبیاری میں مصروفِ عمل نظر آتی ہیں۔ کسی حد تک عالمگیریت اور مابعدالجدیدیت نے قومیت اور ادب کے رشتے کو متاثر ضرور کیا ہے، لیکن ابھی تک عالمگیرت یا مابعدالجدیدت قومی ریاست یا قومی ادب کا کوئی واضح اور معتبر متبادل پیش نہیں کر سکیں۔ اس لحاظ سے قومی ادب کی افادیت اور اہمیت کم از کم مستقبل قریب میں ماند پڑتی دکھائی نہیں دیتی۔ امریکی ادب سے لیکر فرانسیسی ادب تک اور روسی ادب سے لیکر اطالوی ادب تک ، قومی ادب ایک ناقابل تردید حقیقت کے طور پر ہمارے سامنے موجود ہے۔ ادب کی ان ساری معتبر روایات میں ایک واضح داخلی ہم آہنگی internal harmony اور موضوعاتی قربت thematic closeness پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ان چند ادبی روایت کی تعریفیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امریکی ادب: تحریروں کا مجموعہ جو انگریزی زبان میں ریاست ہاے متحدہ امریکہ کے اندر لکھا گیا۔ [۵]

۲۔ امریکی ادب: ریاستہاے متحدہ امریکہ اور امریکی نو آبادیوں میں ۱۶۰۰ سے لیکر آج تلک، نثر ،نظم ،بشمول افسانوی اور غیر افسانوی تحریریں جو انگریزی زبان میں قلم بند کی گئیں۔ [۶]

۳۔ اطالوی ادب: اطالوی زبان میں تحریروں کا مجموعہ جس کا آغاز تیرویں صدی سے ہوا۔ [۷]

یہ دونوں تعریفیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ قومی ادب عمومی طور پر ایک ملک یا ریاست کے اندر تخلیق ہوتا ہے یا کم از کم ایسے ادیب اس کو تخلیق کرتے ہیں جو اس کے شہری ہوں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ ادب اس ملک اور قوم کی اپنی زبان میں تخلیق ہوتا ہے۔ ایک امکان یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ ایسے ادیب بھی قومی ادب کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں جو اس ملک کے شہری تو نہیں مگر اس کی زبان میں لکھتے ہیں جیسا کہ بے شمار غیر امریکی اور غیر برطانوی مصنفین انگریزی میں افسانوی ادب تخلیق کر رہے ہیں۔ اس سے ہم یہ بھی قیاس کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی امریکی مصنف کسی غیر ملک میں رہتے ہوے انگریزی کے علاوہ کسی زبان میں کوئی ادبی شہ پارہ تخلیق کرے گا تو وہ امریکی ادب کے ذیل میں نہیں آے گا چاہے اس کا موضوع امریکی طرز زندگی ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی یہ بات قرین قیاس نہیں کہ کوئی امریکی مصنف جو پاکستان میں رہائش پذیر ہو اور وہ امریکی ثقافت یا طرزِ معاشرت کو موضوع بنا کر اردو میں کچھ لکھے اور اس تحریر کو امریکی ادب کا حصہ تسلیم کر لیا جاے۔ اسی طرح یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ کوئی اطالوی مصنف جو جرمنی میں رہائش پذیر ہو، اور جرمن زبان میں کسی اطالوی موضوع پر کچھ لکھے اور اُس کو اطالوی ادب کا حصہ تسلیم کر لیا جاے۔ بلکہ اس کو اطالوی ادب کا حصہ صرف اُسی وقت تسلیم کیا جاے گا، جب اُس تحریر کا اطالوی زبان میں ترجمہ کیا جاے گا۔

اسی طرح کسی امریکی مصنف کی اردو میں لکھی ہوئی تحریر صرف اُسی صورت میں امریکی ادب کے ذیل میں شمار ہوگی، جب اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جاے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ میں ولیم شیکسپیر اور جان ملٹن کو تمام تر احترام اور ادبی مرتبے کے باوصف امریکی ادب کا نمائندہ یا لکھاری تصور نہیں کیا جاتا یہی حال ارنسٹ ہیمنگوے اور والٹ وٹمین کا

برطانیہ میں ہے باوجود اس کے برطانیہ اور امریکہ دونوں ایک لسانی رشتے میں بندھے ہوے ہیں۔

۲۔ پاکستانی ادب اور اُردو ادب

اوپر کی گئی ساری بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اُصولی طور پر پاکستانی ادب (جب ہم اس اصطلاح کو بغیر کسی سابقے یا لاحقے کے استعمال کرتے ہیں تو اس) سے مراد صرف وہی ادب ہے جو مندرجہ ذیل شرط پوری کرتا ہو:

> وہ ادب جو پاکستان کے اندر اردو میں لکھا گیا ہو یا کسی ایسے ادیب نے لکھا جو کم از کم پاکستان کا شہری ہو یا اگر وہ پاکستان کا شہری نہیں تو کم از کم اُس نے اُردو کو ذریعہ اظہار بنایا ہو۔

اس پیمانے کے تحت اگر کوئی ادیب بھارت میں رہتے ہوے ستر کی دہائی میں کوئی اردو ناول لکھتا ہے تو ہم اُس کو پاکستانی ادب نہیں کہہ سکتے نہ ہی اُس ادیب کو پاکستانی ادیب۔ اسی طرح اگر کوئی پاکستانی مصنف لاطینی امریکہ میں رہتے ہوے ہسپانوی زبان میں کچھ لکھتا ہے تو ہم اُس کو بھی پاکستانی ادب نہیں کہہ سکتے۔ یہ وہی پیمانہ ہے جس کے مطابق ہم نے اُوپر امریکی ادب اور اطالوی ادب کی تعریفیں نقل کیں ہیں اور کم و پیش یہی تعریفیں دنیا کے ہر اُس ادب پر صادق آئیں گی جس کو ہم قومی ادب قرار دے کر اس ملک کے نام کے ساتھ منسوب کریں گے مثلاً البانوی ادب ، یونانی ادب وغیرہ۔ آپ کسی بھی قومی ادب کی تعریف دیکھ لیں ، یہ شرائط آپ کو اُس میں مل جائیں گی۔ یہاں ایک اور بات جو بہت ناگزیر ہے وہ ہے پاکستانی ادب اور اردو ادب میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ یعنی میں آگرہ میں پیدا ہونے والے مرزا غالب اُردو ادب کے سرخیل تو ہیں لیکن ہم اُن کے کلام کو پاکستانی ادب نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح مولانا حالی کی مسدس اردو ادب کی متاع عزیز تو ہے ، لیکن ہم اس کو پاکستانی ادب کے ذیل میں زیر بحث نہیں لا سکتے۔ اس لیے پاکستانی ادب کی سرحدوں کا تعین کرتے ہوے ہمیں مکانی اور زمانی عوامل (Spatial and Temporal Factors) کا خیال رکھنا ہوگا۔ یعنی پاکستانی ادب یا تو وہ ہوگا جو کے بعد پاکستان میں لکھا گیا، یا پھر وہ جو سے پہلے اردو زبان میں کسی ایسے حصے میں لکھا گیا جو آج پاکستان میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ اگر کہیں کوئی ادب اردو زبان میں موجود ہے تو وہ اردو ادب کا حصہ تو بلاشبہ ہے لیکن ہم اُس کو شائد پاکستانی ادب نہ کہہ سکیں۔

۳۔ پاکستانی ادب ، نمائندگی کا بحران

اس وقت پاکستانی ادب ایک نمائندگی کے بحران (Crisis of Representation) کا شکار نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں پہلا سوال یہ ہے کہ پاکستانی ادب کیا ہے؟ یا پھر یہ کہ بین الاقوامی سطح پر پاکستانی ادب کی نمائندگی کہاں اور کس کے پاس ہے؟ یہ نہائت بنیادی سوالات ہیں جو اصل مسلے کی نشاندہی کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے آج جب بھی پاکستانی ادب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، تو عموماً اس سے مراد وہ تحریریں لی جاتیں ہیں جو امریکہ اور

برطانیہ میں مقیم مصنفین نے انگریزی زبان میں قلمبند کی ہیں جن میں سرفہرست باپسی سدوا، حنیف قریشی، محمد حنیف، عامر حسین، عظمیٰ اسلم، محسن حامد، ذوالفقار غوث، دانیال معین الدین اور کاملہ شمسی وغیرہ شامل ہیں۔

امریکہ میں ستمبر کی دہشت گردی کے بعد جہاں اسلام بحیثیت مذہب دنیا کی توجہ مرکز بنا وہیں پاکستان کے بارے میں بھی دنیا بھر میں غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوئی۔ یہی دلچسپی انگریزی زبان میں لکھنے والے پاکستانی مصنفین کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ بنی۔ ستمبر کے بعد پاکستانی مصنفین کی تحریروں کی مقبولیت اور مقدار میں غیر معمولی اضافہ دیکھنے کو ملا۔ اسلام اور مسلمانوں کو ثقافتی، تاریخی اور سماجی حوالوں سے سمجھنے کی ضرورت ایک نئی شدت کے ساتھ محسوس کی گئی۔ انگریزی میں لکھنے والے ان مصنفین کی تحریروں کو کروڑوں قاری میسر آئے اور اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے کانفرنسوں، سیمیناروں اور ورکشاپوں کا انتہائی بڑے پیمانے پر اور بین الاقوامی سطح پر انعقاد کیا جانے لگا جہاں ان مصنفین کو بطور خاص مدعو کیا جاتا اور اُن سے مسلم ثقافت، نفسیات اور مسلم سماج کی داخلی حرکیات کو سمجھنے کی کوشش کی جانے لگی۔ یہ سلسلہ آج بھی پوری شد و مد سے جاری ہے۔ اس سارے عمل کا ایک منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ بین الاقوامی سطح پر جب بھی پاکستانی ادب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، بے اختیار ان مصنفین کا نام ذہن میں گونجتا ہے اور اکثر و بیشتر اس سے مراد "stuff available in English written by people in the diaspora" یعنی انگریزی زبان میں لکھا گیا وہ مواد جو تارک وطنی کے دوران لکھا گیا۔[۸] نتیجہ یہ نکلا کہ یہی لوگ دنیا بھر میں پاکستانی ادب کے نمائندگان کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر جہاں کہیں پاکستانی ادب پر گفتگو ہوتی ہے، وہاں مہمانانِ خصوصی کے طور پر ان کی شرکت یقینی ہوتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی ادب کی نمائندگی کرنے کا ان مصنفین کو کیا حق حاصل ہے؟ ان کی کثیر تعداد ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جن کا پاکستان سے صرف ایک آبائی رشتہ ہے۔ یہ مصنفین دیارِ غیر میں بستے ہیں، وہیں کا رہن سہن اپنائے ہوئے ہیں، وہیں کی زبان بولتے ہیں اور اُسی کو ادبی اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں، یعنی ان کی تحریریں تمام کی تمام انگریزی میں ہیں۔ ان میں زیادہ تر ایسے بھی مصنفین ہیں جو یا تو کبھی پاکستان آئے ہی نہیں یا محض ایک یا دو بار آئے۔ انہوں نے پاکستان کو دیکھا بھی تو ایک سیاح کے طور پر۔ پاکستان کے بارے میں ان کی معلومات کا بنیادی ذریعہ مغربی ذرائع ابلاغ ہیں۔ ان کے پاس اکثر و بیشتر امریکی یا برطانوی شہریت ہے اور وہ صرف پاکستانی نژاد ہیں، سب سے اہم بات یہ کہ لوگ اسی ادبی اُصول (literary canon) کی پاسداری کرتے نظر آتے ہیں، جس اپنی اصل میں یورپی اور امریکی (Euro-American) ہے۔ اس لحاظ سے یہ سوال نہایت اہم ہے کہ ان کی تحریروں کو کس اُصول یا پیمانے کے تحت پاکستانی ادب کا درجہ دیا جاتا ہے؟ یہ نہ تو پاکستان میں مقیم ہیں، نہ ہی اردو کا ذریعہ اظہار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ سوال ہمیں واپس پچھلے سوال کی طرف لے جاتا ہے: کہ اگر کوئی اطالوی مصنف جو جرمنی میں مقیم ہو، اور جرمن

زبان میں کسی اطالوی موضوع پر کچھ لکھے تو کیا اُس کی تحریر کو اطالوی ادب قرار دیا جائے گا؟ اگر نہیں تو یہ اُصول پاکستانی ادب کے باب میں کیوں نہیں اپنایا جاتا؟ دوسری طرف ہزاروں مصنفین، ادیب، شعرا، نقاد جو نہ صرف پاکستان میں پیدا ہوے، اسی ملک میں رہے، اسی سماج میں فکری پختگی کو پہنچے، یہیں کی مٹی کے ادبی خمیر سے تحریک حاصل کی اور اردو زبان ہی کو ذریعہ اظہار بنایا، یہ حق نمائندگی اُن کو کیوں نہیں دیا جاتا؟ اُن کی آواز کہاں کھو گئی؟ یہ وہ بنیادی معروضات ہیں جن کو لے کر ہم اپنا مقدمہ تفصیل کے ساتھ وضع کر سکتے ہیں۔

پاکستان کی ادبی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہمارے ہاں پاکستانی ادب کے حوالے سے ایک فکری اور تعریفی خلجان پایا جاتا ہے۔ لیکن وقت آ گیا ہے کہ اس خلجان سے نمٹا جائے اور قومی ادب کے حوالے سے ایک واضح موقف اپنایا جائے۔ ہم ہنوز اس فکری خلجان سے عہدہ براہ ہونے میں ناکام رہے ہیں، بلکہ اکثر حالتوں میں ہم اس کی شدت کا اندازہ بھی نہیں لگا پاتے۔[9] ایک پاکستانی ادیب کو اس بات کا احساس ہی نہیں کہ بین الاقوامی سطح پر اُس سے اُس کے ادب کی نمائندگی کا حق چھِن گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستانی ادیب کو اس بات کا نقصان کا احساس دلایا جائے۔ بلاشبہ ایک قوم کی نمائندگی کا ادبی حق اُس کی اپنی زبان میں ہی ادا ہوتا ہے اور دنیا بھر کی ادبیات کے حوالے سے ہو بھی رہا ہے۔ تاہم یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ ان تمام مصنفین کی تحریریں قابل قدر ہیں اور یہ بھی ان کا بنیادی حق ہے کہ جس زبان کو چاہیں، ذریعہ اظہار کے طور پر استعمال کریں۔ ہمارا مقدمہ صرف اس قدر ہے کہ پاکستانی ادب کی نمائندگی کے جملہ حقوق کا صرف انہی مصنفین کے حق میں محفوظ کر دیا جانا کسی طور مناسب نہیں ہے۔[10]

۴۔ پاکستانی ادب کے نمائندگان کی پاکستانیت: کچھ بنیادی سوالات

آیئے ذوالفقار غوث سے شروع کرتے ہیں۔ ذوالفقار غوث، امریکی اور یورپی حلقوں میں پاکستانی ادب کیسر کردہ نقیب کے طور جانے جاتے ہیں۔ اُن کا ناول عزیز خان کا قتل (The Murder of Aziz Khan) اپنے سن اشاعت (۱۹۶۶) سے لیکر آج تک امریکہ اور یورپ میں پاکستانی ادب کا اہم تعارف مانا جاتا ہے۔ لیکن وہ کس حد تک پاکستانی ہیں، اس سوال کا جواب ضروری ہے۔ ذوالفقار غوث قیام پاکستان سے قبل سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۴۲ء میں ان کا خاندان ممبئی منتقل ہو گیا۔ ساٹھ کی دہائی میں وہ حصول رزق کے لیے برطانیہ چلے گئے اور ۱۹۶۴ء میں انہوں نے برازیلی خاتون سے شادی کر لی۔ اس کے بعد زندگی کا بیشتر حصہ امریکہ میں گزارا جہاں وہ ابھی بھی رہائش پذیر ہیں یہ بات خاصی دلچسپ ہے کہ انٹرنیٹ پر بیشتر ویب سائٹس اُن کو پاکستانی شہری کے طور پر متعارف کرواتی نظر آتی ہیں۔[11] یہ غلط فہمی صرف ویب سائٹس تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ پاکستان کے ادبی منظر نامے پر نظر رکھنے والے بڑے بڑے لکھاری بھی اس کا شکار نظر آتے ہیں۔ مُنیزہ شمسی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ روزنامہ

ڈان میں اپنے ایک کالم میں انھوں نے بھی ذوالفقارغوث کا پاکستانی قرار دیا ہے۔[۱۲]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے کسی ایسے علاقے میں پیدا ہونا جو اب پاکستان میں شامل ہیاور محض اس حوالے سے پاکستان کے بارے میں کچھ لکھنا اگر پاکستانی ادیب ہونے کی دلیل ہے تو اس طرح تو لاتعداد بھارتی مصنفین بھی پھر پاکستانی مصنفین قرار پائیں گے جن میں سرِ فہرست خشونت سنگھ ہے۔ خشونت سنگھ نے بھی اپنی تحریروں میں پاکستانی سماج کو موضوع بنایا ہے بلکہ اُن کا پہلا ناول پاکستان جانے والی ٹرین جو سن میں شائع ہوا، واضح طور پر پاکستان سے متعلق ہے۔ واضح رہے کہ خشونت سنگھ سن میں خوشاب میں پیدا ہوے جو اب پاکستان کا حصہ ہے۔ انھوں نے اپنی عمر کا قابل ذکر حصہ لاہور میں گزارا۔ لیکن دنیا بھر میں خشونت سنگھ ایک بھارتی مصنف، نقاد اور تاریخ دان کے طور پر مشہور ہیں۔ پاکستان کسی صورت میں اُن کا قومی حوالہ نہیں رہا۔

ذوالفقارغوث کی پاکستانیت اور بھی سوال کھڑے کرتی ہے جب ہم سعادت حسن منٹو کی مثال بھی اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ منٹو بھی قیام پاکستان سے قبل لدھیانہ میں پیدا ہوے جو کہ اب ہندوستان کا حصہ ہے۔ لیکن بعد میں وہ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے جس کی بنا پر اُن کا شمار پاکستانی مصنفین میں ہوتا ہے۔ اب اگر اسی اُصول کا اطلاق ذوالفقارغوث پر کیا جاے تو وہ بھارتی مصنف قرار پائیں گے۔ یہ بہت دلچسپ صورتحال ہے کہ قومی اور ادبی حوالے سے جو اُصول ہم سعادت حسن منٹو کے باب میں اپناتے ہیں، جب ذوالفقارغوث کی باری آتی ہے تو ہم اُس اُصول کو اُلٹ دیتے ہیں۔ بات یہیں پہ ختم نہیں ہوتی بلکہ بہت سے دوسرے مصنفین کی طرح ذوالفقارغوث بھی اپنے آپ کو شعوری طور پر پاکستانیت سے دُور کرتے نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اُن کی اپنی راے۔

> حقیقت یہ ہے کہ میرے دوسرے ناول عزیز خان کا قتل اور میری کچھ پہلے دور کی نظمیں جن کا موضوع ہندوستان تھا کو چھوڑ کر میں نے کبھی کسی مخصوص کلچر کے بارے میں نہیں لکھا۔ مجھے نہیں معلوم میں کس موضوع پر لکھتا ہوں۔ میری تمام تر کوشش کچھ خیالات کو قلمبند کرنے پر مرکوز رہتی ہیاور اُن خیالات سے میں تشبیہات دریافت کرنیمیں لگ جاتا ہوں تا کہ ایک ایسی رسمی ساخت تخلیق کرسکوں جو میرے تخیل کو آسودگی بخشے۔ مجھے بچپن سے جلاوطنی پر مجبور کیا گیا، جو اس قدر راسخ ہو چکی کہ میں کبھی گھر لوٹنے کا تصور بھی نہ کر سکا۔ میرا کسی ملک سے کوئی قومی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میرے ارد گرد موجود دنیا سے۔[۱۳]

ذوالفقارغوث کے اس اعلان کے باوجود ایسے متعدد لکھاری ہیں جنھوں نے اپنی کتابوں میں ذوالفقارغوث کو نہ صرف پاکستانی مصنف کے طور پر متعارف کروایا بلکہ ان کی تحریروں کو بھی پاکستانی مصنفین کی تحریروں کیساتھ جگہ دی۔[۱۴]

ایک اور مصنف جو برطانوی اور امریکی ادبی حلقوں میں پاکستانی ادب کے تعارف کے طور پر جانیجاتے ہیں وہ حنیف قریشی ہیں جن کی پاکستانیت بھی ذوالفقارغوث کی طرح خاصی پیچیدہ اور متنازع ہے۔ حنیف قریشی برطانیہ میں پیدا

ہوے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ حنیف قریشی کے والد بھی پاکستانی نہیں تھے ۔ بلکہ اُن کا تعلق مدراس (ہندوستان) سے تھا۔ یہ درست ہے کہ آبائی طور پر اُن کا خاندان ہجرت کر کے ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان چلا گیا۔لیکن چند ہی سالوں کے بعد حنیف قریشی کے والد پاکستان چھوڑ کر برطانیہ منتقل ہو گئے۔ ذوالفقار غوث کے برعکس جس نے اپنی ابتدائی تحریروں میں پاکستانی سماج کو موضوع بنایا، حنیف قریشی نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا ستر کی دہائی میں گمنام قلمی نام انٹونیو فرنچ کے تحت فحش نگاری سے کی۔[۱۵] آخری دفعہ حنیف قریشی سال پہلے کراچی آے اور مختصر قیام کے بعد واپس برطانیہ لوٹ گئے۔ روزنامہ گارڈئین میں لکھے گئے اپنے ایک کالم میں اُن کا کہنا تھا کہ پاکستان کے پاس صرف ایک ہی اُمید باقی ہے اور وہ یہ کہ اسے اپنے آپ کو واپس ہندوستان میں ضم کر دینا چاہیے۔[۱۶] دلچسپ بات یہ ہے کہ ٹائمز میگزین نے ۲۰۱۰ء میں حنیف قریشی کو پچاس موثر ترین ادیبوں کی فہرست میں ایک برطانوی ادیب کے طور پر پیش کیا۔[۱۷] اس طرح یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ حنیف قریشی کس حوالے سے پاکستانی ادب کی نمائندگی کرر ہے ہیں، یا یہ کہ یہ نمائندگی کس حوالے سے اُن کو سونپی گئی ہے؟

اس سے ملتا جلتا لیکن کسی قدر کم پیچیدہ حال کچھ دوسری مصنفین کا بھی ہے۔ مثال کے طور پر ندیم اسلم چودہ سال کی عمر میں خاندان سمیت پاکستان سے برطانیہ منتقل ہو گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ عامر حسینو پندرہ سال کی عمر میں برطانیہ منقل ہوے اور وہی مستقل رہائش اختیار کی۔اسی طرح باقی مصنفین کی اکثریت بھی یا تو پیدا ہی برطانیہ یا امریکہ میں ہوئی، یا اوائل عمری میں ہی وہاں منتقل ہوگئی۔ اس گفتگو ، بالخصوص حنیف قریشی اور ذوالفقار غوث کی سوانحی معلومات فراہم کرنے کا مقصد ہرگز ہرگز پاکستانیت کی کوئی اختصاصی یا استثنائی تعریف تراشا نہیں۔ بلکہ دنیا بھر میں قومیت کے مروجہ اور مقبول میعارت کے تحت اُن کے دعویٰ پاکستانیت کی جانچ ہے۔

مغربی اور امریکی ادبی حلقوں میں ان مصنفین کی پاکستانی ادب پر اجارہ داری کس قدر مضبوط ہے اس کا اندازہ گرانٹا کے پاکستان نمبر کو دیکھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔ گرانٹا برطانیہ چھپنے والا معروف ادبی جریدہ ہے جس کا آغاز کیمرج یونیورسٹی سے ۱۹۹۷ء ہوا۔ اس میں لکھنے والے کئی نئے لکھاری بعد میں جانے پہچانے ادیب بنے،مثلاً ٹیڈ ہیو اور سِلو یا پلیتھو غیرہ۔اس سے اس جریدے کی ادبی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔سن ۲۰۱۰ء میں اس جریدے نے پاکستان نمبر شائع کیا جس کا مقصد پاکستانی ادب کو دنیا میں متعارف کروانا تھا۔لیکن طُرفہ تماشہ یہ ہے کہ ۲۸۸ صفحات پر مشتمل اس شمارے میں جن مصنفین کو شامل کیا گیا اُن میں اکثریت ایسے ہی مصنفین کی ہے۔ اِن میں سرفہرست دانیا ل معین الدین، محسن حامد، عظمیٰ اسلم ، کاملہ شمسی ، عامر حسین ، محمد حنیف، ندیم اسلم وغیرہ ہیں۔[۱۸] اس شمارے کی تعارفی تقاریب میں بھی یہی قلمکار جلوہ افروز ہوے، اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس شمارے میں کسی ایسے نامور مصنف کا شامل نہیں کیا گیا جو پاکستان میں رہتا ہو اور جس نے اردو کو ذریعہ اظہار کے طور پر اپنایا ہو۔ کیوں؟ کیا دیارِ مغرب میں پاکستانی ادب کی تقدیر میں صرف زبانِ

غیر ہی سے شرحِ آرزو لکھی ہے؟ یہی سوال کئی ادبی حلقوں کی طرف سے اُٹھایا گیا۔

ندیم اسلم، عظمی خان اور کاملہ شمسی کی تحریریں اپنی اپنی خوبیاں رکھتی ہیں اور جو لوگ ان ادیبوں کے سٹائل سے واقف ہے وہ ان تحریروں سے مایوس نہیں ہوگے۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا گرانٹا میں محض انگریزی میں لکھنے والے پاکستانی ادیبوں کا احاطہ کیوں کیا؟

پاکستانی ادب کی نمائندگی کا اس طرح سکڑ کر انگریزی لکھنے والے چند ہاتھوں میں مقید ہو جانا خود پاکستانی ادب کے حوالے سے نہائت اہم مضمرات اور خدشات سے خالی نہیں۔ اس کا سب سے بڑا اور پریشان کن نتیجہ ایک ایسے ادب کا وجود میں آجانا ہے جو موضوعاتی اعتبار سے متوسط طبقے (bourgeoisie) بلکہ اشرافیہ (elitist) کی خاندانی چپقلشوں اور سماجی اور نفسیاتی مسائل کو زیر بحث لاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا نتیجہ ایک نمائندگی کا بحران (crisis of representation) ہے۔ کیونکہ اس ادب کے اکثر موضوعات کو پاکستان میں رہنے والے غریب طبقے سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شناخت کا بحران مابعد نوآبادیات میں ایک بہت بڑا مسلہ ہے، لیکن یہ ایک عام پاکستانی کا مسلہ ہرگز نہیں۔ ایک عام پاکستانی کا مسلہ کمر توڑتی مہنگائی، بے روزگاری، غربت اور دہشت گردی ہے۔ جب ایک امریکی یا ایک برطانوی قاری ان مصنفین کو پڑھ کر پاکستانی ادب کے تناظر میں پاکستان اور اہلیانِ پاکستان کے بارے میں لاشعوری طور پر ایک تصور قائم کرتا ہے، تو اُس تصور کا حقیقت سے (کم از کم قریب کا) کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ایسے میں ان مصنفین کے ہاں بہت سے کلیشوں (clichs) کا رواج پا جانا ایک عام سی بات ہے جس کی بڑی وجہ ان قلمکاروں کا معلومات کے حصول کے لیے ان مغربی یا امریکی ممالک کے ذرائع ابلاغ پر انحصار رہوتا ہے جہاں یہ وہ ایک شہری کی حیثیت سے رہ رہے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ندیم اسلم کا ناول گم گشتہ عشاق کا نقشہ (The Map of Lost Lovers) دیکھ لیں۔ اس میں ایک ایک کر کے وہ تمام کلیشے مل جاتے ہیں جو عموماً مغربی اور امریکی ذرائع ابلاغ میں پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل (honor killing) کے بارے میں ملتے ہیں۔ ان مصنفین کی تحریروں کا مجموعی نتیجہ اُس بدیسی مسبوکہ سازی (exotic stereotyping) کی صورت میں نکلتا ہے جس کا رونا معروف دانشور اور نظریہ ساز ایڈورڈ سعید نے کیا ہے۔ ایسا رویہ دوسری قوموں اور ثقافتوں کے بارے میں کلیشوں اور عامیانہ تصورات کو دوام بخشتا ہے بین الاتہذیبی مکالمے کی راہیں مسدود کر دیتا ہے۔ یوں ایک وسیع تنقیدی تناظر بہت سا تارک الوطنی ادب (diasporic literature) ایک بین التہذیبی اشتراک میں سود مند ثابت ہونے کی بجائے، نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔

محسن حامد کے ناول متذبذب بنیاد پرست (The Reluctant Fundamentalist) کے عنوان کو لیجیے اور دیکھیے کہ یہ عنوان کس حد تک ایک عام پاکستانی کے المیے کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کا مرکزی کردار ایک منقسم

شخصیت(split personality) ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ آج کی مابعد گیارہ ستمبر دنیا میں ایک مسلمان نوجوان کے پاس صرف دو ہی راستے ہیں۔ اول یہ کہ وہ بین الاقوامی ٹیکنو کریٹ بزنس مین بن کر ایک کامیاب زندگی گزارے یا پھر پُرتشدد مذہبیت کی چھتری تلے پناہ لے لے۔ اس لحاظ سے یہ ناول ایک ثنویت (binary) تخلیق کرتا نظر آتا ہے جو شناخت کے پیچیدہ مسلے کو سیاہ یا سفید کی سی تسہیل کے ساتھ پیش کرنے کی سعی معلوم ہوتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک کامیاب بزنس مین اور مذہبی متشدد کی دو انتہاوں کے درمیان ، چنگیز کے لیے کوئی معتدل جگہ نہیں؟ جبکہ دوسری طرف کروڑوں پاکستانی ایک اعتدال پسند اور متوازن زندگی گزار رہے ہیں جوایک طرف اپنے مذہب کو حزرِ جان بھی بنائے ہوے ہیں اوردوسری طرف دہشت گردی اور انتہاپسندی کی لعنت سے بیزار بھی ہیں۔ شائد محسن حامد اور ایسے دوسرے مصنفین کی تحریریں صرف امریکہ اورمغربی ممالک میں مقیم پاکستانیوں ہی کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ایک اور اہم مسلہ جو ایسے مصفین کی ہاں پایا جاتا ہے وہ اُن کا فصیلِ وقت میں مقید ہو جانا ہے۔ ان مصنفین کی اکثریت کے ذہن میں جس پاکستان کا تصور رچا بسا ہے وہ جزل ضیا الحق کا پاکستان ہے اور اُس کی بنیادی وجہ یہ کہ ان قلمکاروں کی ایک بڑی تعداد جنرل ضیا کے پاکستان میں پلی بڑھی اور بعد میں امریکہ اور یورپ کو سدھار گئی۔ طارق علی جیسے مصنفین اس بات کی واضح مثال ہیں اور پھر اسی روایت کو حنیف قریشی اور محسن حامد اپنی تحریروں میں تھامے نظر آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بات اہم ہے کہ جو تحریریں پاکستان کے بارے میں ستر سے لیکر نوے کی دہائی تک وجود میں آئیں ، ان کا علاقہ موجودہ پاکستان سے یکسر منطقع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ ایک متحرک اور آزاد پرائیویٹ میڈیا، جمہوریت کی بحالی، عدلیہ کی ایک زبردست وکلا تحریک کے ذریعے بحالی، پیپلز پارٹی کی حکومت کا اپنی جمہوری مدت کی تکمیل کے بعد انتخابی عمل کے ذریعہ اقتدار کی مسلم لیگ نواز کو منتقلی بہت بڑے بڑے سنگ میل ہیں اور ماننا ہوگا کہ آج کا پاکستان جنرل ضیا الحق کے پاکستان سے نہ صرف بہت آگے نکل چکا ہے بلکہ بہت مختلف بھی ہے۔

۵۔ اختتام بحث

مندرجہ بالا تمام گفتگو سے ہمارا مقصد ان نامور مصنفین کی نہ تو ناقدری ہے نہ ہی ان کے ادبی مرتبے کا انکار۔ بلاشبہ ان مصنفین نے نہائت بلند پایہ ادب تخلیق کیا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان کی اعلیٰ ادبی صلاحتوں کے پیش نظر پاکستانی ادب کے لیے باقی ملکوں کے ادب سے الگ ایک تعریف مختص کر دی جاے؟ یا کیا ان ادیبوں کی ان کی اعلیٰ فنی صلاحتوں کے عوض ایک قومی ادب کی ساری کی ساری نمائندگی غیر اعلانیہ طور پر انہی کو سونپ دی جاے؟ اب یہ سوال بھی اہم ہے کہ اگر پاکستانی ادب کی نمائندگی ان مصنفین کو سونپ دی گئی ہے تو پھر انتظار حسین، اشفاق احمد، شوکت صدیقی، عبداللہ حسین، غلام عباس، احمد ندیم قاسمی، وزیر آغا، بانو قدسیہ، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید وغیرہ جیسے قلمکاروں کی آواز

ہم کہاں سن پائیں گے؟ اور اس حقِ نمائندگی میں وہ شریک کیوں نہیں ہو پائیں گے ؟ کیا وجہ ہے کہ لاشعروی اور غیر اعلانیہ طور پر پاکستانی ادب کی مسند پر وہی لوگ بٹھا دیے گئے ہیں جن کا اُڑھنا بچھونا انگریزی ہے اور جو پاکستان کو مغربی ذرائع ابلاغ کی عینک کے دیکھتے نظر آتے ہیں؟ کیا امریکی ادب کی ایسی نمائندگی ،امریکہ کے اپنے مقتدر ادبی حلقوں کے لیے قابل قبول ہوگی؟ کیا اطالوی ادب کی ایسی نمائندگی ، خود اُس ملک کے ادبی لوگوں کے ہاں شرف قبولیت پا سکے گی؟ کیا کوئی امریکی ،ناورے میں رہتے ہوے، نارویجیئن زبان میں اعلیٰ پاے کا ادب تخلیق کر کے کبھی بھی اُس کو امریکی ادب کا حصہ قرار دے پاے گا؟ جس طرح پاکستانی ادب کے موضوع پر کانفرنسوں میں ندیم اسلم ، عامر حسین کو بطور کلیدی مقرر مدعو کیا جاتا ہے، کیا اس طرح امریکی ادب کے موضوع پر کسی کانفرنس میں کسی ایسے امریکی مصنف کا مدعو کیا جانا قرین قاس ہے جو مثال کے طور پر فرانس میں مقیم ہو، وہیں کا شہری ہو، اور جس کی ساری تحریریں فرانسیسی زبان میں ہوں؟ یا پھر ذوالفقار غوث یا حنیف قریشی جس طرح پاکستانی ادب کی نمائندگی کرتے ہیں، کیا کوئی غیر امریکی، انگریزی کے علاوہ کسی زبان میں لکھ کر امریکی ادب کی نمائندگی حاصل کر پاے گا؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اس وقت ہمارے ادبی اور قومی تشخص کے اُفق پر ایک گہرے سائے کی طرح مُنڈلا رہا ہے اور ہم جس حد تک اس سوال کا جواب تلاش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں، اُسی حد تک اپنے ادبی تشخص کی بازیافت کی امید قائم کر سکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ آغاز ہی سے یہ بات واضح رہے کہ قومی ادب سے ہماری مراد سرکاری ادب ہرگز نہیں ہے۔ قومی جہاں قوم کیکی اُمنگوں ، مشاہدوں اور تجربوں کا تخلیقی اظہار ہوتا ہے جبکہ سرکاری ادب حکمران طبقے کی ثنا خوانی اور قصیدہ سرائی پر ادب کی ملمع کاری کی بھونڈی کوشش ہے جس کو کوئی دیرپا فنکارانہ وقعت (artistic value) نہیں ہوتی۔

۲۔ الطاف گوہر،تحریریں چند،صفحہ،مطبوعہ سنگِ میل:لاہور،ص ۲۸

3. James Bryce, (1886) *The Holy Roman Empire* London: Macmillan Publishers. p. 134.

۴۔ لارنس زائرنگ، بیسویں صدی میں پاکستان:ایک سیاسی جائزہ (مترجم،نعیم اللہ ملک)، آکسفرڈ یونیورسٹی پریس،صفحہ۱۱۴

۵۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا، جلد ا،صفحہ۲۳۴ ،مطبوعہ شکاگو، الینوائے ، ریاستہاے متحدہ امریکہ۔

۶۔ انسائیکلوپیڈیا انکارٹا (برقی نسخہ)،عنوانِ مقالہ امریکی ادب۔ مائیکروسافٹ کارپوریشن،۔

۷۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا، جلد سولہ،صفحہ ۱۷۶ مطبوعہ شکاگو، الینوائے ، ریاستہاے متحدہ امریکہ۔

8. http://themissin gslate.com/2013/0 7/18/what-we-talk-abo ut -when -we -talk -

about - pakistani-literature-an-interview-with-snehal-shingavi

یہ تاثر کسی عام پاکستانی کا نہیں بلکہ سنیہال شنگاوی (Snehal Shingavi) کا ہے جو سینٹر آف ایشین اینڈ امریکن سٹیڈیز، یونیورسٹی آف ٹیکسس، آسٹن، امریکہ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔یہی تاثر بہت سے دوسرے مصنفین اور محققین کا بھی ہے جو امریکی اور برطانوی حلقوں (academia) میں پاکستانی ادب پر نظر رکھتے ہیں۔

۹۔ انتظار حسین، روزنامہ ڈان، جنوری۔ادبی شذرات : پاکستانی ادب کی تعریف، کراچی ایڈیشن، صفحہ ۷۔

۱۰۔ اگرچہ یہ بات مضمون کے اندر بھی کر دی گئی ہے لیکن یہاں بھی اس کا اعادہ ضروری ہے۔اس ساری کی ساری بحث سے ہمارا مقصد ان قابل قدر قلمکاروں کی کاوشوں اور تخلیقی صلاحتوں کا انکار یا بے قدری ہرگز نہیں۔سوال صرف یہ ہے کہ قومیت یا ادب کے کس اُصول (canon) کے تحت ان مصنفین کو پاکستانی ادب کی نمائندگی سونپ دی گئی ہے؟ کیوں روز افزوں یہی لوگ پاکستانی ادب کا تعارف بنتے جارہے ہیں اور دوسری طرف سینکڑوں پاکستانی ادیب، دانشور، اور مصنفین ایک غیر اعلانیہ اور غیر محسوس انداز میں اس نمائندگی سے محروم کئے جا چکے ہیں۔

۱۱۔ مثال کے طور پر یہ دو ویب سائٹس ملاحظہ فرمائیں۔

http://alchetron.com/Zulfikar-Ghose-566252-W

https://www.fantasticfiction.com/g/zulfikar-ghose/

۱۲۔ روزنامہ ڈان، کراچی ایڈیشن، مورخہ ۲۸ فروری ۲۰۱۱ء، صفحہ ۷

13. Feroza Jussawalla & Reed Way Dasenbrock (1992). *Interviews with Writers of the Postcolonial World,*London: University Press of Mississippi. p. 185.

14. Muneeza Shamsie (1997). *A Dragonfly in the Sun,* London: Oxford University Press. pp. 90-122.

۱۵۔ روزنامہ نیویارک ٹائمز مورخہ ۱۰/اگست ۲۰۰۸ء، صفحہ ۱۹۔

16. http://tribune.com .pk /story/ 335203/ a-conversation- with - hanif - kureishi - karachi-kills-me/

17. The 50 Greatest British Writers Since 1945, 5 January 2008. The Times.

18. http://www.bb c.com/urdu/lg/p akistan / 2010 / 10/101023 _ british _ journal _ granta.shtml